© rasailojaraid.com

یہ گدھے

مجید لاہوری مرحوم

امریکہ کے حالیہ انتخابات میں ''گدھے'' کے انتخابی نشان والے ڈیموکریٹ اوباما کی جیت کے بعد بعض دانشوروں کے نزدیک دنیا بھر میں گدھوں کی قدرومنزلت اوراہمیت دوچند ہوگئی ہے۔ ماضی کے نامور مزاح نگار، صحافی اور شاعر مجید لاہوری مرحوم کا ۱۹۵۰ء کا لکھا ہوا یہ مضمون قندِ مکرر کے طور پر پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

مار کھانا اور آگے بڑھنا اس کا کام ہے۔ گدھا اگر ''ترقی پسند'' ہوتا تو علم بغاوت بلند کرتا اور اس کی ذمہ داریوں کا بوجھ بھی انسان کے کندھوں پر پڑتا اور انسان چپکے سے یہ بوجھ ''سائنس'' کے کاندھوں پر ڈال دیتا لیکن ''سائنس''...... ''ترقی پسند'' ہے۔ یہ ٹرک منوں بوجھ اٹھاتے ہیں مگر پٹرول نہ ہو تو ایک قدم آگے نہیں بڑھتے۔ گدھا بھوکا پیاسا رہتا ہے، اس کے باوجود چلتا جاتا ہے، کبھی یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ میری گھاس میں اضافہ کرو۔ اگر کسی وقت وہ کسی کے بہکانے سے صدائے احتجاج بلند کرے......یعنی ''ڈھینچوں، ڈھینچوں'' کے ''قومی ترانے'' سے سٹرائیک کا آغاز کرے تو چند لاٹھیاں اسے کام کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ یہ مار کھاتا اور کام کرتا ہے۔ کس قدر ''وفادار'' ہے۔

گدھا بیمار ہو یا زخمی......تھکا ہارا ہو، بوجھ تلے دبا ہوا۔ جب تک اس میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی سکت اور آپ کے ہاتھ میں لاٹھی ہے، آپ اسے ہنکائے لیے چلے جائیں۔ وہ ایک لفظ بھی آپ کے خلاف نہیں کہے گا۔ بڑھتا چلا جائے گا۔ اور مزے میں آئے گا تو گائے گا۔

رکنا میرا کام نہیں بڑھنا میری شان

امریکہ کا گدھا ہو یا روس کا۔ انگلستان کا گدھا ہو یا ہندوستان کا، افریقہ کا ہو یا ایران کا، خراسان کا ہو یا پاکستان وہ کہیں کا ہو۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ وہ گدھا ہے ''گدھا''......دنیا کی تاریخ میں بڑے بڑے انقلاب آئے لیکن گدھے کی فطرت میں کوئی انقلاب نہیں آیا۔ وہ کل بھی گدھا تھا، آج بھی گدھا ہے۔

یوں تو ہر جگہ گدھوں نے بڑے بڑے کام کیے ہیں۔ لیکن کراچی کی تعمیر ان کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ یہ بڑی بڑی عمارتیں، یہ لمبی لمبی سڑکیں پہلے کہاں تھیں؟ ماہی گیروں کی چھوٹی سی بستی بڑھتے بڑھتے، پھیلتے پھیلتے بہت بڑا شہر بن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گئی۔ گدھے باہر سے ریت لاتے رہے۔ سیمنٹ، بجری، چونا اور اینٹ گارا پہنچاتے رہے اور دیکھتے دیکھتے یہ شہر دنیا کا بڑا شہر بن گیا۔ پہاڑوں کے تنگ اور پر پیچ راستے جہاں کوئی ٹرک نہیں جا سکتا، وہاں گدھا ہی پہنچ سکتا ہے۔ گدھے کے ساتھ گاڑی کے اضافہ نے تو سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ اس طرح ایک گدھا کئی گدھوں کا بوجھ اٹھانے لگا اور وہ کام جو گاڑی کے بغیر پورے ڈیڑھ سو برس میں ختم ہوتا پچاس برس میں ختم ہو گیا۔ قوموں کی زندگی میں پچاس برس ایک لمحہ کے برابر ہیں۔ یوں سمجھئے کہ پلک جھپکتے میں یہ سب کچھ ہو گیا جو وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا۔ ''سائنس'' بھی اتنا بڑا کمال نہیں کر سکتی۔ جو اس ''گدھا گاڑی'' نے کیا۔ جسے آپ کراچی میں ہر موڑ پر دیکھ سکتے ہیں۔

یہ ''گدھا گاڑی'' آپ کو کسی اور شہر میں نہیں مل سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ ان شہروں نے بڑی دیر میں ترقی کی، کیونکہ وہاں گدھے بغیر گاڑی کے بوجھ اٹھاتے ہیں۔ پنجاب میں تو بیل گاڑیوں سے زیادہ کام لیا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ وہاں کی رفتار بہت سست رہی۔ لاہور کی تعمیر مغلوں کے زمانہ سے شروع ہوئی اور آج تک ختم ہونے میں نہیں آئی۔ وہاں کے لوگ ''ڈھگوں'' پر بھروسہ کرتے رہے۔ اگر وہ بھی گدھا گاڑیاں بناتے تو اتنے طویل عرصہ میں وہ لاہور کو ''نیویارک'' بنا سکتے تھے۔

دنیا کے کسی ترقی یافتہ ملک میں آپ کو ''گدھا گاڑیاں'' نظر نہ آئیں گی۔ گدھے نے تاریخ میں اگر کوئی ترقی کی ہے تو وہ یہی ہے کہ کراچی والوں نے اُسے گاڑیوں میں استعمال کیا اور ایک گدھے نے گدھوں کا بوجھ اٹھایا۔ ایک آدمی جس کام کو پچاس دن میں کرتا ہے، چار آدمی اسے یقیناً کم دنوں میں کریں گے۔ یہ ''چوتھی جماعت'' کے ''حساب'' مؤلفہ خواجہ المتخلص بہ ''روڈ'' کا ایک سادہ سا ''سوال'' ہے لیکن ایک گدھے نے گاڑی کی مدد سے وہ کام کیا جسے شاید چار گدھے مل کر بھی نہ کر سکتے!

گھوڑے اس سے پہلے بہت ہی مغرور تھے۔ انھیں گھمنڈ تھا کہ وہ بلا شرکت غیرے ایک گاڑی کے مالک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بڑی بے راہ روی سے سڑکوں پر چلتے تھے اور گدھے کو دیکھ کر فخر سے سر اونچا کر لیتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ کوئی ''راہ گیر'' (آج کی ماڈرن اصطلاح میں ''پناہ گیر'') گاڑی کے نیچے آ جاتا تھا۔

لیکن گدھے میں نام کو غرور نہیں۔ وہ اس وقت بھی گدھا تھا جب گاڑی کا ''دُم چھلا'' اس کے ساتھ نہیں لگا تھا اور آج بھی ویسا ہی گدھا ہے۔ پس...... ثابت ہوا کہ وہ ''بڑا آدمی'' ہو کر ''بد دماغ'' نہیں ہوا۔ ورنہ وہ بھی گھوڑے کی طرح گمراہ ہو جاتا۔ اور آئے دن تصادم ہوتے رہتے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ آج تک کوئی شخص گدھا گاڑی کے نیچے آ کر نہیں مرا۔ اس کی وجہ گدھے کی ''سلامت روی'' ہے۔

کار جب سڑک پر سے گزرتی ہے تو پیدل چلنے والوں پر بڑی بدتمیزی سے خاک دھول اڑاتی ہے۔ وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتی اور سمجھتی ہے کہ یہ سب میرے سامنے گرد ہیں۔ لیکن ''گدھا گاڑی'' نے کبھی ایسی بدتمیزی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ وہ انسان کو ہمیشہ انسان سمجھتی ہے۔ آپ ایک مثال پیش نہیں کر سکتے جب ''گدھا گاڑی'' نے کبھی سڑک پر خاک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اڑائی ہو۔ٹرام کا انجن فیل ہوجائے تو وہ کراچی کی زبان میں ''کھٹارا'' ہے۔کار کا پٹرول ختم ہوجائے تو وہ ''بے کار'' ہے۔ ریلوے کے انجن کا کوئلہ ختم ہوجائے تو وہ ''گدھا گاڑی'' سے بھی زیادہ ذلیل سواری ہے۔ یہ ''گدھا گاڑی'' ہے جو ہر حالت میں چلتی ہے۔سچ کہتے ہیں ''چلتی کا نام گاڑی ہے......''

گدھا گاڑی میں عموماً دو گدھے ہوتے ہیں۔ایک تو اصلی گدھا ہوتا ہے جو گاڑی کھینچتا ہے اور دوسرا ''محض گدھا'' ہوتا ہے۔ یہ اصلی گدھے کے ساتھ دوڑتا ہے۔ پہلے تو ہم سمجھے کہ گاڑی میں ایک گدھا کافی ہے۔ دوسرے کی تو یار لوگ یوں ہی ''پخ'' لگاتے ہیں۔لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ دوسرا گدھا ''تربیت'' اور تعلیم کے لیے گاڑی سے بندھا رہتا ہے۔تین سال تک یہ تعلیم حاصل کرتا ہے اور پھر اعلیٰ تعلیمی ڈگری لے کر اپنی گاڑی آپ چلاتا ہے اور ایک ''نئے شاگرد پیشہ'' کی تعلیم و تربیت میں منہمک ہوجاتا ہے۔

میں سوچتا ہوں اگر ایک پڑھا لکھا شخص ایک ایک جاہل کو اسی طرح پڑھاتا تو آج ہمارے ملک میں تعلیم عام ہوجاتی اور لوگ بجائے انگوٹھا لگانے کے ''راشن کارڈ کی درخواست'' پر دستخط کرتے۔ بہرحال پہلے سال گدھا نمبر۲ محض گدھا رہتا ہے۔ دوسرے سال وہ پچاس فیصد گدھا بن جاتا ہے یعنی اگر کسی موڑ پر دائیں یا بائیں مڑنا ہو تو وہ ''ہینڈل'' کا کام دیتا ہے۔اور کبھی کبھی وہ ''بریک'' کی جگہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ دو سال میں وہ ''بی اے'' یعنی (Big Ass) بن جاتا ہے۔ پھر وہ ''ایم اے'' پاس کرتا ہے......اور کبھی کبھی اصل گدھے کی جگہ لیتا ہے۔اس کے بعد وہ گدھا نمبر۱۔یعنی مکمل گدھا بن جاتا ہے اور زندگی کی دوڑ میں حصہ لیتا ہے۔کام کرتا ہے۔ مار کھاتا ہے مگر بڑھتا چلا جاتا ہے۔ جب تک موت کی منزل نہیں آتی۔ ہندوستان اور پاکستان آزاد ہوگئے لیکن گدھے ابھی تک غلام ہیں۔وہ ہمیشہ غلام رہیں گے......!

''جشن آزادی'' کے بعد بھی یہ گدھے اسی طرح بوجھ اٹھاتے ہیں جس طرح کل اٹھائے پھرتے تھے۔ یہ گدھے جو کل بھی گدھے تھے اور آج بھی گدھے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم اس وقت بیدار ہوں گے جب ''دجال'' گدھے پر سوار ہوکر آئے گا۔ یہ گدھے کسی کے منتظر ہیں؟ لیکن بیدار ہوکر یہ گدھے نہیں رہیں گے بلکہ انسان بن جائیں گے۔

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
25 دسمبر 2008ء
جمعرات بعد نماز مغرب
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری
دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961

© rasailojaraid.com